OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 5, Issue 2 (April-June 2022)

مسلمانوں کے جدید وہم عصر ترجمے پر مغربی نظریات کے اثرات

Impact of Western European Approaches on Contemporary Muslim Translation

Dr. Mamoona Yasmeen

Associate Professor Islamic Studies, Govt. Graduate college for Women, Zafarulhaq Road, Rawalpindi

Dr. Lubna Farah

Assistant Professor Translation & Interpretation, NUML, Islamabad

Abstract

The translation is an "exact art" an "inexact science" and a set of superior linguistic and interpretative skills, based on linguistic and cultural erudition. It is a fact that English writers had proven themselves godfathers in this field by introducing and making Translations as knowledge rather than an art only. This article explores alternative interpretations of divine texts and develops their potential to reinforce the Quran's inclusive nature which promotes equality and freedom of choice and finding the key notion of translation equivalence and definition and reviews of background concepts relevant to Islamic and divine text translation theories and methods by different English writers. Chief among them are the models of translation (such as ST/TT oriented translation), the text-linguistic model, and the text type-oriented translation model.

Keywords: Divine text Translation, western, source text, target text

تمہید

ترجمہ نگاری بیک وقت ایک فن بھی ہے اور سائنس بھی جس کے لئے غیر معمولی لسانی مہارت کے ساتھ ساتھ ہدفی قارئین کرام کی ثقافت اور تہذیب وتمدن سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے۔ موجودہ حالات میں ترجمہ بین الاقوامی روابط وتعلقات کی

CC BY

بنیادی و اساسی شرط بن چکا ہے، اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ یورپی اور بالخصوص برطانوی مترجمین نے اپنا لوہا دنیا سے منوایا ہے کیونکہ انہوں نے نظریاتی و عملی ترجمہ نگاری میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ ترجمہ نگاری صرف ایک فن نہیں ہے بلکہ یہ بذات خود ایک وسیع و جامع علم ہے۔ زیر نظر مقالہ ترجمہ نگاری میں مساویانہ پن کے تعارف سے شروع ہوتا ہوا اس کے جملہ بنیادی نظریاتی ڈھانچے کا جائزہ لیتے ہوئے مختلف برطانوی لکھاریوں اور نظریہ دانوں کے اس سلسلے میں پیش کردہ نظریات اور طریقہ ہائے کار کا مختصر مطالعہ کرتے ہوئے اختتام پذیر ہوتا ہے۔ درج ذیل سطور میں مذکورہ نظریات و عملی طریقہ ہائے کار میں ترجمہ نگاری کے مائل بہ مصدری / ہدفی ترجمہ، لغوی و مبنی بہ متن ترجمہ اور محض مبنی بہ متن ترجمہ نگاری کے نمونے اور مناہج زیر بحث آئیں گے۔

ترجمہ نگاری اور مساویانہ پن

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں ترجمہ نگاری کی تشریح کچھ ایسے کی گئی ہے: "ایک زبان سے دوسری زبان میں تبدیل ہونے کا عمل"[1] یہ تعریف اگرچہ مناسب ہے تاہم ایک زبان سے دوسری زبان میں تبدیلی کے عملیے یا اس صورتحال جو کہ اس طرح کی تبدیلی کا انتظام کرتی ہے، کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں بتاتی۔ اسی طرح اس تعریف میں ترجمان کی حیثیت کو بھی مبہم رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ، ترجمان کے عمل کا مفہوم بحیثیت "دوسروں کی زبان کو ایک مقامی زبان کی طرح تبدیل کرنا"[2] اگرچہ یہ تعریف درست لگتی ہے، تاہم مفہوم کا مقصد، کما حقہ ادا نہیں کرتی۔ مثال کے طور پر ہم زبانوں کے بیچ فرق کو کیا کہیں گے؟ اور اس فرق کو کیسے سمجھیں گے؟ اور اسی فرق کا نام شاید "مساویانہ پن" ہے۔ تمام طرح کے تراجم کے مفاہیم میں غیر ارادی یا ارادی توجہ مساویانہ پن کے تصور پر ہی ہوتی ہے۔ مثلاً ترجمہ نگاری کی تعریف یوں بھی کی جا سکتی ہے: "کسی ایک زبان کے لفظی مواد کو کسی دوسری زبان کے مساوی لفظی مواد سے تبدیل کرنا"[3] فنِ ترجمہ نگاری کی اہم شخصیت، Nida[4] ترجمہ نگاری کو کچھ یوں بیان کرتی ہیں: "ماخذ زبان کے پیغام کو اس کے مساوی نزدیک ترین حقیقی پن کے ساتھ مطلوبہ زبان میں دوبارہ وجود میں لانا؛ دو اعتبار سے، پہلا مفہوم کے اعتبار سے اور دوسرا انداز بیان کے لحاظ سے۔"[5] اسی میدان کے ایک اور نامور معلم House نے ایک اور مفہوم کو متعارف کروایا، جو ترجمہ کرتے وقت عبارتی مساویانہ پن کو نظر میں رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک منطقی پہلو کا اضافہ بھی کرتا ہے، جس کے مطابق: "ترجمہ نگاری ماخذ زبان سے ایک عبارت کو معنویاتی اور حقیقت پسندانہ انداز میں مساوی عبارت کے طور پر مطلوبہ زبان میں تبدیل کرنا ہے۔"[6]

اوپر بیان کیے گئے مفہوم میں جس مرکزی پہلو کی نشاندہی کی گئی ہے وہ ایک زبان کے اندر موجود مواد کے ایک حصے کا دوسری زبان کے اندر موجود ایک خاص حصے کے درمیان مساویانہ پن کا تصور ہے۔ مسئلہ حقیقت میں یہ ہے کہ جب سارے اس بات پر متفق ہیں کہ لفظ کا مساویانہ پن خاص طرح کی خط کتابت کا تقاضا کرتا ہے، یہ جانا گیا ہے کہ جب یہ ترجمہ نگاری میں استعمال ہو تو خط کتابت اسی سے متعلقہ ایک تصور ہے۔ اس فن ایک مشہور کتاب In Solving a Translation Problem میں Newmark نے تحریر کیا ہے:

> "یہاں تک کہ ترجیح شدہ حل تک پہنچنے کے بعد بھی، ہو سکتا ہے کہ کچھ مساوی معیار کے انداز اًمترادف حل بھی ہوں۔......... صرف ایک اسی وجہ سے، مساویانہ ترجمہ نگاری کا تصور، جبکہ یہ عملی طور پر فائدہ مند بھی ہے، شرائط اور قابلیت کے ایک سلسلے کے بغیر واضح نہیں کیا جا سکتا۔"[7]

بہت سی نظریاتی اور عملی شخصیات نے مساویانہ پن کے خاص پہلو کو ان کے ترجمہ نگاری کے مرکزی پہلو کی حیثیت سے توجہ دی ہے۔ جیسا کہ ثقافتی مساویانہ پن کو Casagrande نے، واقعاتی مساویانہ پن کو Vinay اور Darbelnet نے، عام مساویانہ پن مثال کے طور پر لغویاتی قسم کی باہمی خط کتابت کو Catford[8] نے، عبارتی مساویانہ پن مثلاً پیغام کی خط کتابت کو van Dijk[9] نے، عملی مساویانہ پن مثلاً مواصلاتی عمل کے درمیان خط کتابت کو Kachru، De Waard، اور Nida[10] نے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر Nida[11] کے 'عام مساویانہ پن' کے متضاد تصور 'متحرک مساویانہ پن' نے اتنی شہرت حاصل کر لی ہے کہ اس کو دوسروں نے بھی اپنایا، اگرچہ یہ سب 'مساوی اثر اندازی' کی قسم سے کافی مختلف قسم ہے، 'مواصلاتی ترجمہ نگاری' کو Newmark نے اور 'ثقافتی ترجمہ نگاری' کو Catford نے۔ De Beaugradde اور Dressler کے نزدیک، کسی ترجمہ کے اس کے اصل کے مساوی ہونا، شراکت داروں کے تجربے کی صورت میں ہی مساوی ہو سکتا ہے۔، یہ نظریہ Nida کے خیالات کے بہت نزدیک ہے۔

اوپر بیان کی گئی سبھی اقسام میں، جو کہ بہر صورت روبہ عمل ہیں، عام مساویانہ پن سب سے ہٹ کے ہے۔ یہ اس امر کو دو ذیلی تصورات کی طرف لے جاتی ہے پہلا لفظی ترجمہ نگاری (11) یعنی (لفظ سے لفظ ترجمہ کرنا) بمقابلہ آزاد ترجمہ نگاری یعنی (مفہوم سے مفہوم ترجمہ کرنا) اور ان کے مساوی ہونے کے پسِ منظر کا خیال رکھنا۔ تاریخ میں ان دو اقسام کی جڑیں بہت مضبوط ہیں۔ لفظی اور آزاد ترجمہ نگاری کو بیان کرتے ہوئے De Beaugrande اور Dressler کہتے ہیں:

> "لفظی "مترجم عبارت کو ایک ایک جز یعنی (اجزاء کے چھوٹے گروہ) بنا کر الگ کرتا ہے اور مقصودہ زبان میں ہر ایک جز کو اس کے مشابہ جز (یا گروہ) سے تبدیل کرتا ہے۔ "آزاد "مترجم گفتگو میں ساری عبارت کے معاملے کو پرکھتا ہے اور ایسے اجزاء کو تلاش کرتا ہے جو مقصودہ زبان کی صورتحال میں اس عمل کو سرانجام دے سکیں۔"[12]

اوپر بیان کی گئی دو اجزاء میں تقسیم، عملی انداز میں، دو متبادل تصورات پر لاگو ہوتی ہے۔ جس کو ترجمہ نگاری مبنی بر مصنف / قاری کہا جاتا ہے[13]۔ Friedrich Schliermacher کا مندرجہ ذیل اقتباس ہر نکتہ نظر کی درست سمت کے تعین کے بارے میں مزید بتاتا ہے:

> "ترجمہ نگاری کے صرف دو طریقے ہیں۔ یا تو مترجم مصنف کو جس حد تک ہو سکے سکون فراہم کرتا ہے اور قاری کو اس کی طرف گھما دیتا ہے یا جتنا ہو سکے قاری کو سکون فراہم کرتا ہے اور مصنف کو اس کی طرف پھیر دیتا ہے۔"[14]

اوپر امتیازی طور پر بیان کئے گئے اقتباس میں، موجودہ دور کی دو اصطلاحات بین الاقوامیت اور تابع بنانا، اصل بنیادیں ہیں۔ "بین الاقوامیت سے مراد "کسی اصل کا بین الاقوامی پن کسی حد تک برقرار رکھنا ہے"[15] جبکہ دوسری طرف، تابع بنانا ایک اصطلاح ہے جو Venuti نے ترجمہ نگاری کے طریقہ کار کے لیے بیان کی ہے "جس میں مطلوبہ زبان کے قاری کے لیے غیر ملکی عبارت کے اجنبی پن کو کم کر کے شفاف اور سلیس انداز اپنایا جاتا ہے۔"[16]

" تابع بنانا" کچھ حد تک 'حقیقت پسندی کو اپنانے' سے مشابہ ہے۔ اس اصطلاح کو انگریزی میں مختصراً دو لفظوں میں PA کر کے لکھا جاتا ہے۔ آنے والے جملوں میں ہم اس اصطلاح کے لیے یہی دو لفظ استعمال کریں گے۔ Klyukanov کے الفاظ میں PA

دو تہذیبوں یا دو پیغامات کے درمیان خلا کو، ان کے حقیقی تضادات کو ختم کرنے کے لیے ایک کشید ڈال کر، ختم کرتا ہے۔ اور ان کے متعارف مراجع کے ڈھانچے کے اندر رہتے ہوئے، مطلوبہ تہذیب کی ترجمانی کرتے ہوئے، عبارت کی 'کامیاب' ترجمانی کو لازم کرتا ہے۔ بنیادی طور پر وہ کہتی ہے:

PA یا حقیقت پسندی کو اپنانے کا عمل، لسانی معنوں کو ترک کر کے اور تابع بنا کر کچھ چیزوں کے اضافے، ختم کرنے یا مختلف لسانی معلومات کے استعمال سے، برقرار رہتا ہے۔"[17]

Klyukanov 'حقیقت پسندی کے اپنانے' کو عبارت کی خاص اقسام کا پابند بناتی ہے۔ جیسے کہ وہ عبارت جس میں بین الثقافتی ابلاغ ایک بنیادی پہلو ہوتا ہے۔ ترجمہ نگاری کے تصورات میں 'حقیقت پسندی کے اپنانے' کے رجحان نے کافی مقبولیت حاصل کر لی ہے[18]۔ بین الاقوامیت یا مزاحمانہ ترجمہ نگاری کے نظریے کے الٹ، 'حقیقت پسندی کو اپنانا' معلومات کی ترسیل کا مرکزی ہدفی طریقہ کار ہے۔ مزاحمانہ ترجمہ نگاری کا تصور Venuti کا دیا ہوا ہے۔ یہ تصور، غالب ہدفی ثقافتی مفہوم کے خلاف مزاحمت کرتا ہے اور ماخذ عبارت کی "بین الاقوامیت" کو ابھارتا ہے[19]۔ تاہم Cohen نے لکھا ہے کہ تابع بنانے میں "مصنف کے انفرادی انداز کے کم نظر آنے اور قومی سطح پر بیانیے کی ترکیبوں کو یکساں سادہ نثر بن جانے کا خطرہ۔[20]" کا بھی عمل دخل ہے۔

> "تابع بنانے" کا ایک اور طریقہ Vermeer کے بنائے گئے Skopos نظریے میں بھی زیرِ بحث آیا ہے۔ اور اس کو "ترجمہ نگاری کے عام نظریے کی اساس" کے نام سے پیش کیا گیا ہے۔ Skopos سے مراد ترجمہ کئے گئے مواد کا "مقصد" ہے، جس کو ترجمہ نگاری کے تعین کی طرح ہی دیکھا جاتا ہے۔ اس نمونے میں، وصول کنندہ (جس کے لیے مطلوبہ مواد کا ارادہ کیا جاتا ہے) ترجمہ نگاری میں سب سے مشکل عنصر ہے۔"[21]

Skopos کے نمونے کے ڈھانچے میں "وفاداری" کے اصول کو Nird متعارف کراتی ہے۔ جس کے مطابق: "وفاداری" سے اس کی مراد یہ ہے کہ مترجم ماخذ مواد اور مطلوبہ احوال کا دو طرفہ خیال رکھے اور ماخذ زبان کے پیغام بر اور مطلوبہ زبان کے وصول کنندہ، دونوں کا ذمہ دار ہو۔"[22] عام بمقابلہ عملی مساوی پن کی باہم تقسیم کے مابین ثالث کے لحاظ سے، Farghal تمثیلی مساوی پن (نظریات کے مابین خط کتابت) کے تصور کی تجویز دیتا ہے[23]۔

ترجمہ نگاری کے پرانے نمونہ جات

اس مطالعہ سے متعلقہ دو م[24] خصوص نمونہ جات برائے ترجمہ نگاری ذیل میں بیان کئے جائیں گے، جو بالترتیب 'لسانی عبارتی نمونہ' اور 'مثالی عبارتی نمونہ' ہیں۔ ان میں سب سے اہم مواصلاتی ترجمہ نگاری، کارکردگی، تاثیر اور مناسبت کے تصورات ہیں، جن کو لسانی عبارتی نمونے کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ تاہم، مثالی عبارتی ترجمے کو یہاں پر تحقیقی نمونے کے طور پر شامل نہیں کیا گیا، اس کے باوجود بھی اغلاط کے تحقیقی مطالعہ میں یہ بظاہر ایک قابلِ استعمال تصور سمجھا جاتا ہے۔

لسانی عبارتی نمونہ

اس نمونے میں سب سے اہم نظریات De Beargrande اور Dressler کے ہیں۔ جس کے مطابق وہ: "'لسانی عبارت' کو عبارت کا ایسا علم قرار دیتے ہیں جو عبارت اور عبارت کی اقسام کے مابین دونوں یعنی منقسم خصوصیات اور تفریق کو بیان کرتا ہے

یا وضاحت کرتا ہے۔ وہ عبارت کو لازمی 'مواصلاتی وقوعہ' کی طرح متعارف کراتے ہیں جو 'لسانی مناسبت' کے دائرہ کار سے ماورا ایک پیغام رکھتا ہے۔"[25] عبارت سازی کی بحث کرتے ہوئے یہی دونوں مزید کہتے ہیں:

"ایک عبارت کو مواصلاتی بنانے کے لیے عبارت سازی کے سات معیار ہیں: ہم آہنگی (عبارت کے اندر مفہوم کے روابط)، اتصال (ایک عبارت کا اس کی صورتحال سے بندھن)، معلوماتی پن (پیغام پہنچانا)، ارادیت (مقصد)، قبولیت (اقدار کا مشاہدہ)، مواقعاتی (صورتحال سے مطابقت)، اور عبارت کا باہمی ربط وتوافق (عبارت کے اجزاء کے مابین روابط)۔

وہ Searle کے مزید تین عبارتی اصولوں کی سفارش بھی کرتے ہیں جو کہ یہ ہیں: کارکردگی (توجہ اور رسائی کے ذرائع پر ہلکے دبائو کے ساتھ کام کا جاری رکھنا)، تاثیر (توجہ کے وسائل کا زیادہ استعمال اور واضح سطحی پیشکش سے مادی انتقال تک رسائی) اور مناسبت (موجودہ واقعات اور عبارت سازی کے معیارات کے مابین باہمی تعاون)۔"

لسانی عبارتی نظریہ، لسانی اجزاء مثلاً الفاظ کے ذخیرے اور قوائد، کے تناظر میں عبارت پر زیادہ توجہ دیتا ہے۔ پیغام کا نفسیاتی پس منظر اور سماجی تناظر بھی زبان کے ڈھانچے کو سمجھنے میں اہمیت کا حامل ہے۔ مزید برآں، ستر کی دہائی میں لسانی عبارتی نظریے کا ظہور، صرف لفظ اور جملے کی بجائے 'ترجمہ کے اجزاء' کے تصور کا عبارت کے ساتھ بحیثیت سب سے بڑے معیاری جز کے وجود میں آنا، ماضی میں معمول رہا ہے۔ لسانی عبارت کا ایک پہلو، جو کہ پچھلی دو یا تین دہائیوں میں لگاتار پنپتا آیا ہے، وہ ہے گفتگوئی تجزیہ (ساخت بنانے میں لسانی تقسیم کے عمل کا مطالعہ)۔ Hatim نے گفتگو کی اغلاط کے تجزیے کے لیے ایک لسانی عبارتی نمونے کو استعمال کیا اور ترجمہ نگاری کے دوران فیصلہ سازی میں آگاہیٔ گفتگو کی تفتیش کے لیے لسانی عبارتی نکتۂ نظر کو استعمال کیا[26]۔

Rosenhouse نے بھی طلباء کی عبارت میں بالترتیب چھوٹے درجے کی اغلاط اور مکمل عبارت کی سطح پر کی گئی اغلاط میں 'چھوٹی سطح' اور 'وسیع سطح' کی غلط ترجمہ نگاری کے تجزیہ کے لیے، ایک لسانی عبارتی نظریہ (گفتگوئی تجزیاتی نمونہ) استعمال کیا۔ المختصر، ترجمہ نگاری کی تعلیم میں لسانی عبارتی نمونے کا کردار قریب کے سالوں میں بے پناہ رہا ہے۔

مثالی عبارتی نمونہ

اس نظریے میں عبارت کی درجہ بندی، مثالی لحاظ سے کی گئی ہے، جہاں ہر مثالی عبارت کو ترجمہ نگاری کے مختلف طریقہ کار کے تناظر میں دیکھا گیا ہے۔ Werlich کے خیال میں: "مثالی عبارت کے مندرجہ ذیل پانچ اقسام ہیں: وضاحتی، بیانیہ، تشریحی، مباحثی اور سبق آموز۔"[27] مثالی عبارتی نظریہ بنیادی عوامل کو مدنظر رکھتا ہے، جیسا کہ لغوی اشارے اور ڈھانچے کی بناوٹ جو کہ ایک خاص عبارتی قسم سے تعلق کی بنا پر کسی عبارت کی شناخت کر سکتا ہو۔ مثالی عبارتی نمونے کی بحث کرتے ہوئے Nird ان امتیازات کا حوالہ دیتی ہے جو جرمن ماہرینِ لغت وترجمہ Reiss اور Vermeer، نے 'عبارتی قسم' اور 'عبارتی درجہ' میں بنائے ہیں۔ ان امتیازات کے مطابق، وہ کہتی ہے:

"'عبارتی قسم' ایک عملی درجہ بندی ہے (مثلاً معلوماتی بمقابلہ معنی خیز بمقابلہ ترغیبی عبارت، یا وضاحتی بمقابلہ بیانیہ بمقابلہ مباحثی عبارت وغیرہ)؛ متبادل کے طور پر 'عبارتی درجہ' وہ قسم ہے جو معیاری حالات

میں عبارت کے وقوعہ کی طرف بھیجتی ہے (مثلاً موسمیاتی رپورٹ، عبادت، ترکیب، لوک کہانی، ہدایات برائے استعمال وغیرہ)۔ اس کا ثبوت وہ برطانوی مصنفین ہیں جو 'عبارتی قسم' کی اصطلاح کو دونوں درجہ بندیوں کے لیے استعمال کرتے دکھائی دیتے ہیں۔"[28]

اسی طرح عبارت کی درجہ بندی بحیثیت سائنسی، انتظامی، سیاسی، مذہبی، تعلیمی، صحافتی، قانونی وغیرہ کے لیے Mason، عبارت کے 'domain' یعنی 'دائرۂ کار' اور Crystal اور Davy 'province' یعنی 'صوبہ' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ اس حقیقت کے باوجود کہ عبارتی تقسیم عنوان، ارادے، طریقہ اظہار اور حالاتی عناصر جیسی خصوصیات پر مشتمل ہے، مگر مرکزی طور پر اس کا دارومدار مصنف اور مطلوبہ قاری کے مابین، سماجی اور علمی تعلق پر ہے۔ اور یہ عبارتی تقسیم ہی ترجمہ نگاری کا ہلکا سا مصرف ہے اور اسی پر Sager نے بھی زور دیا ہے:

"وہ عام درجے بندیاں سائنسی دور سے پہلے کے ہیں، اور عبارتی اقسام کی کوئی ایک بھی عمومی تسلیم شدہ اور متنوع درجہ بندی نہیں جو ترجمہ نگاری میں ناقابل بحث ہے۔"[29]

جیسا کہ Mason نے کہا، یہ دائرہ ہائے کار زبان کے استعمال میں صرف غیر واضح وقفہ مہیا کرتے ہیں۔ تاہم Shaheen کا نظریہ اس سے مختلف ہے۔ ترجمہ نگاری کے مثالی عبارتی نمونے کی برتری پر زور دیتے ہوئے اس کے نزدیک:

"مؤثر مطلوبہ عبارت میں ترجمہ نگاری کی پر مقصد اور منظم مہارتیں مہیا کرنے کی صلاحیت کا مالک ہونا مطلوب ہوتا ہے۔ مزید برآں، مثالی عبارتی نظریے کے لیے ترجمہ کرتے وقت عبارت کا تجزیہ بحیثیت بنیادی اقدام لازمی امر ہے۔"[30]

یہ تحریر اس ضمن میں شاید اپنی نوعیت کی پہلی کڑی ہو سکتی ہے۔ اور یہ بھی لازم ہے کہ انگریزی زبان میں مطبوعہ کتب کی عبارات کو ترجمہ کرتے وقت بنیادی اصطلاحات میں کمی وبیشی ہو گئی ہو۔ راقمین اس تناظر میں مطلوبہ کتب کے حوالہ جات کو پیش کر رہے ہیں تاکہ دل کی تشفی و تسکین کا سامان ہو سکے۔

خلاصہ بحث

زیر نظر مقالہ سے مربوط مختصر مطالعہ و تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے جدید و ہم عصر ترجمے پر مغربی ویورپی نظریات کا خاصا اثر ہے۔ مثال کے طور پر مسلمان طلباء و محققین جب غیر مسلموں کی لکھی ہوئی اسلامی تحریروں کا ترجمہ کرتے ہیں تو وہ ان کے زیر اثر آتے ہوئے اور خود ترجمہ کرتے ہوئے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے اسماء کے بعد اعزازی اظہار کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں کبھی کبھار وہ مقدس مقامات کے بعد اضافی الفاظ لگا دیتے ہیں جیسے "مکہ، مقدس شہر"۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ اسی تقلید میں بنیادی الفاظ کو بھی چھوڑ دیتے ہیں اور ان سے صرف نظر کرتے ہوئے ایسے الفاظ استعمال کرنے لگتے ہیں جو مخفی و ظاہر منفی مفہوم کے حامل ہوتے ہیں۔ ترجمہ شدہ متن کو اس کے مذہبی، ثقافتی اور سماجی حوالہ و نظریات کے مطابق منظم کرنا چاہیے۔ اس مقصد کے لئے مطالعہ بنیادی وسیلہ ہے کیونکہ محض مطالعہ ومشاہدہ ہی مترجم کے کام میں نکھار پیدا کرتا ہے اور اس کو ہدفی متن میں پائے جانے والے جملہ پوشیدہ معانی وحکمت عملیوں کو تلاش کرنے کا ایک مؤثر طریقہ ودیعت کرتا ہے کیونکہ مطالعہ مترجم کے آس پاس کی سماجی، ثقافتی اور نظریاتی عادات واطوار کو جانچنے اور پرکھنے کا ایک اہم ذریعہ ہے لہذا کسی بھی متن کا ترجمہ شروع کرنے سے قبل مترجم کو اس پہلو کو لازماً مد نظر

رکھنا چاہیے اور اگر ضروری ہو تو مطالعہ سے استفادہ کرتے ہوئے ترجمہ نگاری کے ممکنہ پنہاں اسرار و رموز سے نپٹنے کی بھرپور تیاری کر لینا چاہیے۔

References

[1]John Simpson & Edmund Weiner, The Oxford English Dictionary (Oxford: Clarendon Press, 1989),,Edition 2nd, 18: 410.

[2] Brisset, A. The search for a native language: translation and cultural identity,London:(2000), 346.

[3]John Cunnison Ian Catford, A linguistic theory of translation .(London: Oxford University Press,1965), 20.

[4] He is considered to be one of the pioneers in translation theory and lexicography. Dozens of books testify to his mastery of this art. He died in 2011.

[5] Eugene Nida, Science of translation. Language (Leiden:1969) ,12.

[6] House, Julliane. A model for translation quality assessment, Tubingen: Gunter NanVeriag ,1982), 29-30.

[7] Peter Newmark, Paragraphs on Translation. (Adelaide: Multilingual Matters Ltd: Clevedon, Philadelphia, 1993), 2.

[8] A lexicographer from Scotland. Died in 2009. He published six books on language and literature research

[9] Glossary, Conversational Analysis and Critical Analysis are their special areas of discussion. He is from the Netherlands. He teaches at a university in Barcelona.

[10] Glossary, Conversational Analysis and Critical Analysis are their special areas of discussion. He is from the Netherlands. He teaches at a university in Barcelona.

[11] Ibid, 29.

[12]Robert -Alain de Beaugrande,and Wolfgang Dressler, Introduction to text linguistics ,(London: Longman,1981),216.

[13] Prominent German scholars, critics and writers of the eighteenth century

[14] Friedrich Schliermacher,s Essays on the different methods of translating, (London: Routledge,1813), 43-63.

[15]Mark Shuttleworth and Moira Cowie, Dictionary of Translation Studies,(London: St.Jerome Publishing,1997), 59.

[16] Shuttleworth, Dictionary of Translation Studies, 43-44.

[17] Klyukanov, I. Pragmatic adaptation and the translation of culture Studies in Humanities (1995), 23.

[18] Engelbert, Jo Anne. Neither Hads Nor Hell: problems of allusion in the translation of central American poetry. Language and Communication (1990), 57-62.

[19] Klyukanov, I. (1995) Pragmatic adaptation and the translation
of culture, Studies in Humanities, 23

[20] John Michael Cohen, English Translator and Translaitons,(London: Longmans, Green,1962), 35.

[21] Katharina Reiss&Hans J. Vermeer, Grunlegung einer allgemeinen Translationstheorie ,(Tubingen (Germany):Max Niemeyer,1984),37.

[22] Christiane Nord, Text analysis in translation (Amsterdam: Rodopi ,1991), 93.

[23] Mohammed Farghal, Ideational equivalence in translation in R. De Beaugrande et al, Language, Discourse and Translation in the West and Middle East,(Jordan: John Benjamins,1994) , 55-64.

[24] Leinonen-Davies. Textual deviance in foreign learner compositions. In A. Turney (ed), Applied Text Linguistics: Six Contribution from Exeter(Exeter University ,1988), 55.

[25] Leinonen-Davies, E. Textual deviance in foreign learner compositions. In A. Turney (ed), Applied Text Linguistics: Six Contribution from Exeter(Exeter University,1988), 55.
[26] Hatim, B. A text linguistics model for the analysis of discourse errors: contribution from Arabic linguistics. Mongham ,(1987), 41-58.
[27] Werlich, E. Text grammar of English (Heidelberg. :1975),71.
[28]See Reiss , Grunlegung einer allgemeinen Translationstheorie.
[29] Sager, J. Language Engineering and Translation: Consequences of Automation, (Amsterdam & Philadelphia: John Benjamins.,1993) 84.
[30] Shaheen, M. Theories of translation and their applications to the teaching of English/Arabic,(Dar Al-Thaqafa Library for Publishing and Distribiring,1997), 9.